

قرآن میں قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت

☆ حافظ مبشر حسین لاہوری

دین اسلام نے مقدمات میں قرآن کو بڑی اہمیت دی ہے اور بالخصوص جب کسی قضیہ میں گواہ اور عینی شہادتیں مفقود ہوں تو وہاں قرآن و علائق اور آثار و علامات ہی کی بنیاد پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ قرآن، قرینہ کی جمع ہے جبکہ قرینہ کی تعریف یہ ہے کہ ”العلامة الدالة على شيء مطلوب“^(۱) (کسی مطلوبہ چیز پر دلالت کرنے والی علامت کو قرینہ کہا جاتا ہے)۔

امام زرقانی رقم طراز ہیں کہ ”کل امارۃ ظاهرة تقارن شيئا خفيا و تدل عليه“^(۲) (یعنی ہر وہ ظاہری علامت جو کسی مخفی چیز کو نکھارے اور اسی پر دلالت کرے، قرینہ کہلاتی ہے)۔

یاد رہے کہ فقہائے کرام اور محدثین و مفسرین عظام نے قرآن و سنت اور عمل صحابہ کی روشنی میں آثار و قرآن اور علامات و امارات کو مشروع قرار دیا ہے^(۳)۔ علامہ صالح بن غانم فرماتے ہیں کہ بعض قرآن قطعی ہوتے ہیں جبکہ بعض قرآن غیر قطعی یا ظنی ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض قرآن شرعی قرآن کہلاتے ہیں کیونکہ شریعت نے انہیں معتبر قرار دیا ہوتا ہے جبکہ بعض قرآن کو ”قانونی قرآن“ سے موسوم کیا جاتا ہے^(۴)۔ بعض مخفی قرآن ایسے ہوتے ہیں جنہیں واضح کرنا صاحب فہم و فراست اور ماہر قیافہ دان ہی کا کام ہے۔ ذیل میں قیافہ کی تعریف و اقسام، معتبر و غیر معتبر صورتوں اور ان کی شرعی حیثیت پر بحث کی جائے گی۔

قیافہ، قوف (ق-و-ف) سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی ہے کھوج لگانا، تلاش کرنا، ڈھونڈنا، نشانات دیکھنا اور پیچھا کرنا۔ ان اوصاف و علامات کے حامل شخص کو عربی میں قائف اور اُردو میں قیافہ دان یا قیافہ شناس کہا جاتا ہے^(۵)۔

بعض کتب لغات میں قیافہ کی اصطلاحی تعریف اس طرح مذکور ہے کہ ”ایک علم جس میں خدوخال سے بھلا برا پہچان لیتے ہیں“^(۶) لیکن قیافہ کی یہ تعریف محل نظر ہے اس لئے کہ یہ تعریف

”علم الفراسة“ (فرست) کی ہے علم القیافہ کی نہیں۔ جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے واضح ہو جائے گا۔

حاجی خلیفہ ”طاش کبری زائدہ“، نواب صدیق بن حسن قنوجی وغیرہ نے قیافہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں یعنی ”قیافۃ البشر“ اور ”قیافۃ الاثر“ جبکہ مؤخر الذکر قسم کو ”علم عیافہ“ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے (۷)۔

علم القیافۃ یا قیافۃ البشر

نواب صدیق بن حسن قنوجی اس علم کی اصطلاحی تعریف میں رقمطراز ہیں: ”وہو علم باحث عن كيفية الاستدلال بهیئات اعضاء الشخصین على المشاركة والاتحاد بینهما فی النسب والولادة“ (۸) (یہ ایسا علم ہے جس میں دو شخصوں کے اعضاء و جوارح کی باہمی مشارکت و مماثلت کی بنیاد پر نسب و ولادت پر استدلال کیا جاتا ہے)۔

حاجی خلیفہ فرماتے ہیں کہ ”وانما سمي به ای قیافۃ البشر لان صاحبه يتبع بشرة الانسان وجلده واعضائه واقdamه وهذا العلم لا يحصل بالدراسة والتعليم ولهذا لم يصنف فيه“۔ (اسے قیافۃ البشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس علم کا ماہر انسان کے جلد و چمڑے، اعضاء و جوارح اور قدموں کا جائزہ لیتا ہے اور یہ علم درس و تدریس سے حاصل نہیں ہوتا (بلکہ خداداد عطیہ ہے اس لئے اس علم میں کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں)۔

طاش کبری زائدہ فرماتے ہیں کہ: ”ومبنى هذا العلم ما ثبت فی المباحث الطبية من وجود المناسبة والمشاہبة بین الولد والديه وتكون تلك المناسبة فی الامور الظاهرة بحیث یدرکها کل واحد وقد تكون فی امور خفية لا یدرکها الا ارباب الکمال وتدرک هذه المشاہبة بمعونة القوة الباصرة والقوة الحافظة ولهذا اختلف احوال الناس فی هذا العلم کمالا وضعفا الى حيث لا يشبه عليه شيء اصلا بسبب کماله فی القوتین وهذا العلم موجود فی قبائل العرب ویندر فی غیرهم“ (۱۰)۔ (طبی مباحث میں یہ بات ثابت ہے کہ علم قیافہ کی بنیاد بچے اور اس کے والدین کے مابین مشابہت و مماثلت تلاش کرنے پر ہے۔ کبھی کبھار تو یہ مشابہت اتنی واضح ہوتی ہے کہ ہر شخص اسے پہچان لیتا ہے اور بسا اوقات یہ ایسی مخفی ہوتی ہے کہ اسے صرف ماہر لوگ ہی پہچان سکتے ہیں۔ قوت باصرہ اور قوت حافظہ کی مدد سے اس مشابہت کا ادراک کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس علم میں لوگوں کی مہارت میں تفاوت پایا جاتا ہے یعنی جس کی یہ قوتیں قوی ہوں گی وہ زیادہ ماہر اور جس کی یہ قوتیں ضعیف ہوں گی وہ نسبتاً کم ماہر ہوگا اور جس کی یہ دونوں قوتیں (باصرہ و حافظہ) کمال

درجہ کی ہوں اس کے لئے کسی چیز کی پہچان میں شبہ نہیں ہوگا۔ یہ علم عرب قبائل میں پایا جاتا ہے اور غیر عربوں میں اس کا وجود نادر ہے۔

علم العیافۃ یا قیافۃ الاثر

یہ اس علم کی دوسری قسم ہے جسے ان دونوں ناموں سے متعین کیا جاتا ہے۔ صاحب مفتاح اس کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ ”علم قیافۃ الاثر و یسمى علم العیافۃ و هو علم باحث عن تتبع آثار الاقدام والاحفاف والحوافر فی الطرق القابلة للآثر و هی التي تكون تربة حرة تشکل بشكل القدم و نفع هذا العلم بین اذا القائف یجد بهذا العلم الهرب من الناس والضوال من الحيوان بتتبع اثارها و قوامها بقوة الباصرة و قوة الخیال والحافطة حتی سمعت بعض من اعتنى بهذا العلم انهم یفرقون بین اثر قدم الرجل و اثر قدم المرأة و بین اثر قدم الشیخ والشاب واللہ اعلم بالصواب“ (۱۱)۔ علم قیافۃ الاثر جسے علم العیافۃ بھی کہا جاتا ہے، یہ ایسا علم ہے جس میں انسانوں اور جانوروں کے قدموں کے نشانات کا کھوج لگایا جاتا ہے بشرطیکہ وہ ایسی جگہ پر ہوں جہاں ان کے قدموں کی شکل زمین پر ثبت ہو سکتی ہو۔ اس علم کا فائدہ بالکل ظاہر ہے کہ اس کے ذریعہ قیافہ دان بھاگنے والے لوگوں اور گمشدہ جانوروں کے پاؤں کے نشانات اور اثرات کو اپنی قوت باصرہ و حافظہ کے ذریعہ پہچانتے ہوئے ان کا سراغ لگا لیتا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے اس علم کی واقفیت رکھنے والے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ وہ آدمی، عورت، بوڑھے اور جوان شخص کے قدموں کے نشانات میں فرق کر کے یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ ان میں سے کس کے پاؤں کا نشان ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نواب صدیق خان قزوینیؒ سے بھی یہی چیز منقول ہے البتہ انہوں نے المصباح اور القاموس کے حوالے سے عیافہ کی ایک اور تعریف ذکر کی ہے: ”ان العیافۃ هی زجر الطیر“ (۱۲) (شگون لینے کے لئے پرندوں کو اڑانا ”عیافہ“ کہلاتا ہے)۔

اسی طرح ابن اثیر اور ابن منظور نے بھی عیافہ کی یہ مؤخرالذکر تعریف پیش کی ہے کہ ”العیافۃ--- زجر الطیر والتفانول باسمائها واصواتها و ممرها و هو من عادة العرب کثیرا“ (۱۳) (عیافہ یہ ہے کہ شگون لینے کے لئے پرندوں کو اڑانا اور ان کے ناموں، آوازوں، اور گزرنے سے فال لینا اور یہ اکثر اہل عرب کی عادت تھی)۔

علاوہ ازیں بعض احادیث میں بھی عیافہ کی یہی مؤخرالذکر تعریف ملتی ہے مثلاً ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ ”العیافۃ والطیرۃ والطرق من الحبب“ (۱۴) (پرندوں کو اڑانا اور خط

وغیرہ کھینچ کر شگون لینا شرکیہ کام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”عیانہ“ کی بھی دو قسمیں یا دو الگ الگ تعریفیں ہیں۔ جن میں سے ایک کا تعلق فال اور بد شگونی سے جبکہ دوسری کا تعلق قیافہ سے ہے اور ہم یہاں قیافہ ہی کو مد نظر رکھیں گے۔

قائف

ابن اثیر قائف کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ ”الذی يتبع الاثار ويعرفها ويعرف شبه الرجل باخيه وابيه“^(۱۵) (قائف وہ ہے جو نشانات تلاش کرتا ہے اور آدمی کی اس کے باپ اور بھائی سے مشابہت کی پہچان کرتا ہے)۔

امام جرجانی فرماتے ہیں کہ ”القائف هو الذي يعرف النسب بفراسته ونظرة الى اعضاء المولود“^(۱۶) (قائف وہ شخص ہے جو اپنی فراست اور نومولود کے اعضاء کا جائزہ لیتے ہوئے نسب کو پہچانتا ہے)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ”القائف هو الذي يعرف الشبه ويميز الاثر سمي بذلك لانه يقفوا لاشياء اى يتبعها“^(۱۷) (قائف وہ شخص ہے جو مشابہت و مماثلت کو پہچانتا ہے اور نشانات کو نمایاں کرتا ہے اور اسے قائف اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ چیزوں کا خوب کھوج لگاتا ہے)۔

گزشتہ تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ قیافہ کی دو قسمیں ہیں یعنی قیافۃ البشر اور قیافۃ الاثر۔

۲۔ قیافۃ البشر میں ظاہری مشابہت اور جسمانی خدوخال کی مناسبت سے یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یہ بچہ کس شخص کا ہے۔ (ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کسی بچے کا نسب مشکوک ہو جائے یا کسی بچے پر ایک سے زیادہ شخص باپ ہونے یا پھر اس کے برعکس باپ نہ ہونے کا دعویٰ کریں جبکہ یہ بات بھی قطعی ہو کہ بچہ انہی میں سے کسی ایک کا ہے۔ ایسے مشتبہ معاملہ میں ”قیافۃ البشر“ کا ماہر فیصلہ کرتا ہے)۔

۳۔ قیافۃ الاثر میں گمشدہ جانوروں یا مجرموں کے پاؤں کے نشانات یا جائے حادثہ کا جائزہ لیتے ہوئے مختلف آثار و نشانات کی مدد سے مطلوب تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔

۴۔ قیافۃ الاثر کو ”عیانہ“ بھی کہا جاتا ہے جبکہ عیانہ اس کے علاوہ دوسری تعریف کے مطابق بد شگونی کے مترادف ہے۔

۵۔ ”قیانۃ البشر“ کا تعلق اثبات نسب سے ہے جبکہ قیانۃ الاثر کا تعلق اثبات جرم یا اثبات دعویٰ سے ہے۔

۶۔ ”قیانۃ البشر“ کے ماہر (قیانۃ شناسی) کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قیانۃ الاثر کا بھی ماہر ہو اور اسی طرح قیانۃ الاثر کے ماہر (کھوجی) کے لئے بھی ضروری نہیں کہ وہ قیانۃ البشر کی بھی واقفیت رکھتا ہو۔

۷۔ بالعموم قیانۃ شناسی سے قیانۃ البشر کا ماہر مراد ہوتا ہے۔

۸۔ قیانۃ الاثر کے ماہر کو عموماً کھوجی (Investigator) کہا جاتا ہے۔

۹۔ قیانۃ البشر تعلیم و تعلم کی بجائے خداداد صلاحیت پر موقوف ہوتا ہے۔

۱۰۔ قیانۃ الاثر قدرے تعلیم و تعلم پر اور فہم و فراست پر موقوف ہے۔

اسی طرح فوج اور پولیس میں اس کے منظم شعبے موجود ہوتے ہیں۔

قیانۃ شناسی کی شرعی حیثیت

شرعی نکتہ نظر سے اگر جائزہ لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیانۃ شناسی جائز ہی نہیں بلکہ بعض حالات میں ناگزیر صورت اختیار کر جاتی ہے اور بالعموم قاضیوں (ججوں) کو اس سے ضرور واسطہ پڑتا ہے، گو وہ خود قیانۃ شناسی میں ماہر نہ ہوں لیکن کسی مشتبہ معاملہ میں جہاں قیانۃ شناسی ہی صورت حال کو واضح کر سکتی ہو وہاں کسی ماہر قیانۃ شناس سے مدد لینا بہر حال مشروع ہے۔ فقہاء نے اس سلسلہ میں اس طرح کی مثالیں ذکر کی ہیں کہ کسی معتدہ سے کوئی شخص شادی کرے جبکہ اسے اس سے پہلے یا بعد میں حیض نہ آئے تو اب اس سے پیدا ہونے والا بچہ پہلے خاوند کی طرف منسوب ہوگا یا دوسرے کی طرف؟ یا کہیں سے گمشدہ بچہ ملے اور دو آدمی اس پر مدعی ہوں جبکہ دونوں میں سے کسی کے پاس بھی اپنے حق میں کوئی دلیل نہ ہو یا دونوں کے پاس برابر کے دلائل ہوں تو ایسی صورت میں کس مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا؟

مذکورہ صورتیں اثبات نسب سے تعلق رکھتی ہیں لیکن اسی طرح کی بعض پیچیدہ صورتیں دیگر دیوانی اور فوجداری جرائم میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایسی تمام صورتوں میں ماہر قیانۃ شناس کی بات اور فیصلہ قابل اعتبار ہوگا۔ اگرچہ فقہائے احناف (حنفیہ) اثبات نسب میں قیانۃ شناس کے قول کو حجت تسلیم نہیں

کرتے کیونکہ مذکورہ صورت میں قیافہ شناسی کا فیصلہ ”شبہ“ کی بنیاد پر ہوتا ہے^(۱۸)۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ، جمہور فقہاء و محدثین ان صورتوں میں بھی قائف (قیافہ دان) کے قول کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ ان صورتوں میں کوئی معارض یا مانع نہ ہو۔

یاد رہے کہ فقہاء کا مذکورہ اختلاف ”قیافۃ البشر“ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے کہ قیافۃ البشر کا دائرہ کار اثبات نسب سے ہے اور یہاں اثبات نسب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ البتہ ”قیافۃ الاثر“ کے معتبر و مشروع ہونے میں فقہاء میں اختلاف نہیں پایا جاتا اور یہی وجہ ہے کہ مجرموں تک رسائی پانے اور ان کا سراغ لگانے کے لئے کھوجی آدمیوں، کھوجی کتوں، کھوجی مشینوں (جدید آلات) اور ذہین و فطین لوگوں کی فہم و فراست اور گہری بصیرت سے استفادے کو جائز ہی نہیں بلکہ فرض کفایہ بھی کہا گیا ہے۔ بہر صورت عملی طور پر اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف نہیں (جیسا کہ آئندہ تفصیلی دلائل سے معلوم ہوگا)۔

ذیل میں ہم اس بحث کو تین حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں یعنی:

- ۱۔ اثبات نسب میں قیافۃ البشر کی شرعی حیثیت
 - ۲۔ فوجداری جرائم میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت
 - ۳۔ دیوانی مقدمات میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت
- اثبات نسب میں قیافۃ البشر کی شرعی حیثیت
- پہلی دلیل:

”عن عائشۃؓ قالت: دخل علی رسول اللہؐ ذات یوم وهو مسرور فقال یا عائشۃ! الم ترى ان مجزز المدلجی دخل علی فرأی اسامۃ وزیدا و علیہا قطیفۃ قد غطیا رؤسہما و بدت اقدامہما فقال: ان هذه الاقدام بعضہا من بعض“^(۲۰)

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ ان کے پاس ایک دن تشریف لائے اور آپؐ بہت خوش تھے اور فرمانے لگے عائشہؓ! کیا تم نے دیکھا نہیں کہ مجزز مدلجی آیا اور اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا، دونوں کے جسموں پر ایک چادر تھی جس سے ان کے سر ڈھکے ہوئے اور پاؤں کھلے تھے تو اس نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں)

مجوز مدلی آنحضرت ﷺ کے دور کا مشہور قیافہ شناس تھا اور اس نے حضرت زیدؓ اور ان کے بیٹے اسامہؓ کے صرف پاؤں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ باپ بیٹا ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ”فسر بذلک النبی واعجبه“^(۲۱) (نبی اکرم ﷺ کو قیافہ شناس کی یہ پہچان بڑی پسند آئے اور آپ اس بات سے خوش ہوئے)۔

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ ”انهم كانوا في الجاهلية يقدحون في نسب اسامة لانه كان اسود شديد اسود وكان ابوه زيد ابيض من القطن فلما قال القائف ما قال مع اختلاف اللون سر النبي بذلک لكونه كافالهم عن الطعن فيه لاعتقادهم ذلک“^(۲۲) (دور جاہلیت میں کفار و مشرک حضرت اسامہؓ کے نسب میں شک کرتے تھے کیونکہ ان کا رنگ نہایت سیاہ تھا جبکہ ان کے والد حضرت زیدؓ روئی سے زیادہ سفید تھے) (تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسامہ زید کا بیٹا نہیں ہو سکتا!) لیکن جب قیافہ شناس (مجوز مدلی) نے (باپ بیٹا دونوں کے محض پاؤں کی مشابہت سے) تصدیق کر دی کہ یہ نسب صحیح ہے حالانکہ باپ بیٹے کے رنگوں میں اختلاف تھا تو اس کی اس بات سے نبی کریمؐ بہت خوش ہوئے کیونکہ مشرکین کو اس طعن و الزام سے اس قیافہ شناس کی پیش گوئی (خبر) روکنے کے لئے کافی تھی۔ اس لئے کہ وہ لوگ قیافہ شناس کی باتوں پر یقین رکھتے تھے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین تو قیافہ شناسوں کو حجت سمجھتے تھے لیکن اللہ کے رسولؐ نے اس قیافہ شناس کو کیسے حجت سمجھا؟

حافظ ابن حجرؒ، امام بخاریؒ کے حوالے سے اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ”وجه ادخال هذا الحديث في كتاب الفرائض الرد على من زعم ان القائف لا يعتبر قوله فان من اعتبر قوله فعمل به لزم منه حصول التوارث بين الملحق والملحق به“^(۲۳)۔ یعنی امام بخاریؒ نے اس حدیث کو ”کتاب الفرائض“ میں اس لئے بیان فرمایا ہے تاکہ ان لوگوں کی تردید ہو جائے جو قیافہ دان کو معتبر و حجت نہیں سمجھتے اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ جو قیافہ شناس کے قول کو حجت و سند تسلیم کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں تو اس (فیصلے) سے بچے اور باپ کے مابین وراثت کے احکام جاری ہوں گے۔

مذکورہ روایت کے حوالے سے امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ”فی هذا الحديث دليل على ثبوت العمل بالقافة و صحة الحكم بقولهم في الحاق الولد وذلك لان رسول الله لا يظهر السرور

الابما هو حق عنده“ (۲۴)۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قیافہ شناسوں کی بات پر عمل کیا جائے گا اور ان کے کہنے پر بچے کا نسب ملانے کا فیصلہ صحیح ہوگا کیونکہ اللہ کے رسولؐ صرف اسی بات پر خوشی کا اظہار کر سکتے ہیں جو آپؐ کے نزدیک حق ہو۔

صاحب مفتاح السعادة فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ اگر قیافہ شناس کی بات حجت نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس پر مسرور نہ ہوتے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کا کہنا ہے کہ اللہ کے رسولؐ قیافہ شناس کی بات پر اس لئے خوش ہوئے تھے کہ اس سے مشرکین کا الزام رفع ہو جائے گا کیونکہ مشرکین کے ہاں قیافہ شناس کی بات حجت تھی اور آپؐ اس لئے خوش نہیں ہوئے کہ فی الواقع قیافہ شناس کی بات شرعی حجت ہے (۲۵)۔

دوسری دلیل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہؓ نے آنحضرت ﷺ کی عدالت میں اپنی بیوی پر شریک بن سماء کے ساتھ تہمت لگائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص اپنی بیوی کو غیر کے ساتھ مبتلا دیکھے پھر اسی حالت میں گواہ تلاش کرنے جائے گا۔ لیکن آنحضرت ﷺ یہی فرماتے تھے کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی۔ اس پر ہلال بن امیہؓ نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے میں اپنی بات میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کے بارے میں کوئی ایسی وحی نازل فرمائیں گے جو مجھے حد سے بچا لے گی۔ پھر حضرت جبریلؑ آنحضرت ﷺ پر وحی لے کر نازل ہوئے۔ یعنی ”والذین یرمون ازواجہم سے لے کر ان کان من الصادقین“ تک آیات نازل ہوئیں (جن میں لعان کا حکم ہے)۔ نزول وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آنحضرت ﷺ نے آدی بھیج کر ہلال اور اس کی بیوی کو بلوایا، ہلال نے لعان کی قسمیں کھائیں۔ پھر نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں کہ تم میں ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا وہ توبہ کے لئے تیار ہے؟ پھر عورت کھڑی ہوئی اور اس نے بھی اپنے حق میں قسمیں کھائیں جب وہ پانچویں قسم (کہ اگر میں جھوٹی ہوئی تو مجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہو) کھانے لگی تو لوگوں نے اسے روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ (اگر تم جھوٹی ہو تو) اس سے تم پر اللہ کا عذاب ضرور نازل ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس پر وہ ہچکچاتی تو ہم نے سمجھا کہ وہ اپنا بیان واپس لے لے گی۔ لیکن اس نے پانچویں قسم بھی کھالی اور اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کو زندگی بھر کے لئے رسوا نہیں کر سکتی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے (لوگوں سے) فرمایا کہ دیکھنا

اگر اس کا بچہ خوب سیاہ آنکھوں والا، بھاری سرین اور بھری ہوئی پنڈلیوں والا ہوا تو پھر وہ شریک بن سماء کا ہوگا۔ چنانچہ وہ بچہ اسی شکل و صورت کا پیدا ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا حکم نہ آچکا ہوتا تو میں ضرور اس عورت کو رجم کی سزا دیتا^(۲۶)۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”لولا الایمان لکان لی ولہا شان“^(۲۷) (کہ اگر لعان کی قسمیں نہ ہوتیں تو میں اسے رجم کرتا)۔

ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ ”لولا الایمان لکان لی ولہا شان۔ یدل علی انہ لم یمنعہ العمل بالشبہ الا الایمان فاذا انتفی المانع یجب العمل بہ لوجود مقتضیہ“^(۲۸) (لولا الایمان ---، سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو شبہ پر عمل کرنے سے صرف ”لعان“ نے روکا ہے۔ (اور اس سے معلوم ہوا کہ لعان ایک مانع ہے) لہذا جب مانع نہیں ہوگا تو شبہ کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ضروری ہوگا کیونکہ وہ شبہ (اس فیصلے کا) متقاضی ہے۔

امام شوکانیؒ اس روایت کے بعد رقمطراز ہیں کہ ”ومن الادلة القویہ للعمل بالقافہ حدیث الملاعنۃ المتقدمہ حیث اخبر بانہا ان جأت بہ علی کذا فہو لفلان وان جأت بہ علی کذا فہو لفلان ذلک یدل علی اعتبار المشابہة --- وفی ذلک اشعار بانہ یعمل بقول القائف مع عدمہا“^(۲۹)

قیافہ شناس کی بات کی حجت ہونے کے دلائل میں سے ایک قوی دلیل یہ لعان والی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس عورت نے فلاں فلاں اوصاف کا حامل بچہ جنم دیا تو یہ فلاں شخص کا ہے اور اگر فلاں فلاں اوصاف کا حامل جنم دیا تو وہ فلاں کا ہے۔ آپؐ کی یہ بات مشابہت کے معتبر و حجت ہونے کی دلیل ہے۔ (چونکہ یہاں لعان مانع تھا اس لئے آپؐ نے اس قیافہ پر عمل نہ کیا)۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ قیافہ دان کی بات اس وقت حجت تسلیم ہوگی جب کوئی مانع نہ ہو۔

فقہائے احناف اس روایت سے اپنے موقف کی دلیل پکڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ لعان میں قائف کی طرف رجوع کا حکم نہیں دیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قائف کی بات حجت ہوتی تو بوقت شبہ اس کی طرف رجوع کرنا معتبر قرار پاتا^(۳۰)۔ جبکہ دیگر فقہاء نے لعان کو مانع قرار دیا ہے اور مذکورہ روایت کے ان الفاظ ہی سے استدلال کیا ہے کہ ”لولا الایمان لکان لی ولہا شان“^(۳۱)

یعنی نبی کریمؐ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ”لعان“ نہ ہوتا تو آپؐ ضرور ”شبہ“ (بچے کی زانی سے مشابہت) کی بنیاد پر فیصلہ فرماتے۔ اس لئے قیافہ دان کی بات حجت ہوگی جبکہ کوئی قوی

مانع (لعان یا فراش وغیرہ) نہ ہو (۳۲)۔

تیسری دلیل

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ”عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے مرنے سے پہلے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ ”زمعہ“ کی باندی کا بچہ میرا ہے۔ اس لئے تم اسے اپنے قبضے میں کر لینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا سعد بن ابی وقاص نے اس لڑکے کو اٹھا لیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی (عتبہ) کا بچہ ہے اور انہوں نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی جبکہ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ بالآخر دونوں حضرات یہ مقدمہ لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے انہوں نے اس کے بارے میں وصیت کی تھی پھر عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ (بچہ) میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے۔ اور یہ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے (دونوں طرف سے بیان سننے کے بعد) فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تمہارے ہی پاس رہے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ بچہ اسی کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہو اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا ہے۔ پھر آپؐ نے (عبد کی بہن) حضرت سودہؓ (جو ایک لحاظ سے اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں اور نبیؐ کی بیوی تھیں) سے فرمایا کہ اس لڑکے سے پردہ کرنا کیونکہ آپؐ نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت محسوس کر لی تھی۔ (پھر حضرت سودہؓ کے پردہ کرنے) کی وجہ سے اس لڑکے نے انہیں مرتے دم تک نہیں دیکھا (۳۳)۔

شارحین نے اس روایت میں مذکورہ واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ ”عتبہ بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کا بھائی تھا۔ عتبہ اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا اور کفر ہی پر اس کی موت ہوئی۔ زمعہ نامی ایک شخص کی لونڈی سے اسی عتبہ نے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی۔ عتبہ جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی کا حمل مجھ سے ہے۔ لہذا اس کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو اس کو تم اپنی تحویل میں لے لینا۔ چنانچہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے (لڑکا) پیدا ہوا اور وہ ان ہی کے (پاس) پرورش پاتا رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے چاہا کہ اپنے بھائی کی وصیت کے تحت اس بچے کو اپنی پرورش میں لے لے۔ مگر زمعہ کا بیٹا عبد بن زمعہ کہنے لگا کہ یہ میرے والد کی لونڈی کا بچہ ہے۔ اس لئے اس کا وارث میں ہوں۔ جب یہ مقدمہ عدالت نبویؐ میں پیش ہوا تو آپؐ نے یہ قانون پیش فرمایا کہ

”الولد للفراش وللعاهر الحجر“ بچہ اسی کا گردانا جائے گا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے، اگرچہ وہ کسی دوسرے فرد کے زنا کا نتیجہ ہو۔ اس فرد (زانی) کے حصہ میں شرعی حد سنگساری ہے (اگر وہ شادی شدہ ہو ورنہ سو کوڑے اور ایک سال جلاطن)۔ اس قانون کے تحت آنحضرت ﷺ نے وہ بچہ عبد بن زمعہ ہی کو دے دیا مگر بچہ کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص ہی سے تھی۔ اس لئے اس شبہ کی بناء پر آنحضرتؐ نے حضرت ام المومنین سودہؓ کو حکم فرمایا کہ وہ زمعہ کی بیٹی ہونے کے ناطے بظاہر اس لڑکے کی بہن تھی مگر لڑکا مشتبہ ہو گیا۔ لہذا مناسب ہوا کہ وہ اس سے غیروں کی طرح پردہ کریں۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک سودہؓ کو پردہ کا حکم اسی اشتباہ کی وجہ سے احتیاطاً دیا گیا تھا کہ باندی کے ناجائز تعلقات عتبہ سے تھے اور بچے میں اسی کی مشابہت تھی (۳۴)۔

جن فقہاء نے ”شبہ“ کی بنیاد پر قیافہ شناس کے قول کو حجت تسلیم نہیں کیا وہ اپنے موقف کی تائید میں درج بالا روایت پیش کرتے ہیں کہ اگر ”شبہ“ کی بنیاد پر فیصلہ معتبر ہوتا تو آنحضرت ﷺ لازمی طور پر اس بچہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے حوالہ کرتے کیونکہ ان کے بھائی عتبہ کی مشابہت بالکل نمایاں تھی لیکن اس کے برعکس آنحضرت ﷺ نے یہ بچہ عبد بن زمعہ کے حوالے کر دیا اور شبہ کو اہمیت نہیں دی۔

اس کے برعکس شبہ کو معتبر و حجت تسلیم کرنے والے فقہاء بھی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں اور مذکورہ اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ”انما لم يعمل به فی ابن امیۃ لان الفراش اقویٰ و ترک العمل بالبیۃ المعارضۃ ماہواقویٰ منها لا یوجب الاعراض عنها اذا خلت عن المعارض“ (۳۵)

آپؐ نے زمعہ کے بیٹے کے حوالہ سے قیافہ شناسی پر اس لئے عمل نہیں کیا کہ (یہاں) فراش زیادہ قوی قرینہ ہے اور کسی قوی تر دلیل معارض کی وجہ سے دوسری دلیل کو چھوڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب وہ معارض دلیل نہ ہو تب بھی اس کم تر (متروکہ) دلیل پر عمل نہ کیا جائے۔ (بلکہ اس وقت کم تر دلیل ہی حجت ہوگی)۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچہ جس شخص کے گھر اور بستر پر پیدا ہو اور وہ شخص اس عورت کا جائز شوہر یا مالک (سید) ہو تو وہ بچہ اسی کا ہوگا۔ گو اس عورت کے کسی غیر سے ناجائز تعلقات کی بناء پر بچے کی شکل و صورت حقیقی شوہر یا آقا کی بجائے اس زانی ہی سے کیوں نہ ملتی ہو اور قیافہ شناس بھی اس زانی کو ایسے بچے کا باپ قرار دے رہا ہو تب بھی اس بچہ کو صاحب فراش کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ البتہ زانی کو شرعی سزا دی جائے گی۔

مذکورہ صورت میں قیافہ شناس کی بات اس لئے حجت نہیں کہ شریعت نے فراش کے قرینہ کو ”قیافہ شناسی“ کے قرینہ سے زیادہ قوی بلکہ قانونی طور پر ”سند“ قرار دیا ہے۔ اس لئے ایسی صورت میں جبکہ ایک طرف صاحب فراش ہو اور دوسری طرف قیافہ شناس، تو قیافہ شناس پر صاحب فراش بہر صورت قابل ترجیح ہوگا۔ اسی لئے فقہائے ثلاثہ نے ایسی صورت میں ”فراش“ کو ”لعان“ کی طرح مانع قرار دیا ہے یعنی اگر یہ موانع نہ ہوں تو پھر قیافہ شناس کی بات کو حجت سمجھا جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی مانع ہو تو پھر قیافہ شناس کی بات شرعی نکتہ نگاہ سے حجت تسلیم نہیں ہوگی۔

حضرت عمرؓ اور قیافہ شناسی

مختلف واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خود بھی قیافہ شناس تھے اور بہت سے پیچیدہ مسائل میں دیگر ماہر قیافہ شناسوں کی خدمات بھی حاصل کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ”وقد اخرج يزيد بن هارون في الفرائض بسند صحيح الى سعيد بن المسيب ان عمرؓ كان قائفا“ (۳۶) (یزید بن ہارون نے فرائض (کتاب) میں سعید بن مسیب سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ قیافہ دان تھے)۔

حافظ ابن قیمؒ عبدالرزاق کے طریق سے بیان کرتے ہیں کہ ”ان عمر ابن الخطابؓ دعا القافة في رجلين اشتركا في الوقوع على امرأة في طهر واحد وادعيا ولدها فالحقته القافة باحدهما“ (۳۷) (حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک ایسی عورت کے معاملہ میں قیافہ دان کو طلب کیا کہ جس عورت سے ایک ہی طہر میں دو آدمیوں نے وطی کی تھی اور وہ دونوں اس کے بچے کے مدعی تھے۔ قیافہ شناس نے ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ بچے کو ملحق کر دیا۔ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ”واسنادہ صحیح متصل“ اس واقعہ کی سند صحیح و متصل ہے۔

حضرت عمرؓ نے بہت سے واقعات میں قیافہ شناس کی رائے کے مطابق فیصلے کئے ہیں (۳۸)۔ حتیٰ کہ ابن قدامہ حنبلیؒ اس پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ”ولان عمرؓ قضی بہ بحضرة الصحابة فلم ينكره منكر فكان اجماعا“ (چونکہ حضرت عمرؓ نے قیافہ شناس کے قول پر صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فیصلہ کیا اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا اس لئے (قیافہ شناس کے حجت ہونے پر) اجماع ہو گیا (۳۹)۔

حافظ ابن قیمؒ کا فیصلہ

موصوف قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ ”وقد دلت علیہا سنة رسول اللہ و عمل خلفائہ الراشدین و الصحابة من بعدهم منهم عمر بن الخطابؓ و علی بن ابی طالب و ابو موسیٰ الاشعریؓ و ابن عباسؓ و انس بن مالکؓ و لا مخالف لهم فی الصحابة و قال بها التابعین سعید بن المسیب و عطاء بن ابی رباح و الزہری و ایاس بن معاویہ و قتادة و کعب بن سوار و من تابعی التابعین اللیث بن سعد و مالک بن انس و اصحابہ و ممن بعدهم الشافعی و اصحابہ و اسحاق و ابو ثور و اهل الظاهر کلهم و بالجملة فهذا قول جمهور الامة^(۴۰) (قیافہ شناسی کے حجت ہونے پر اللہ کے رسولؐ کی سنت بھی دلالت کرتی ہے اور خلفائے راشدین اور ان کے بعد دیگر صحابہ کا عمل بھی اس کا مؤید ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ اسے حجت گردانتے تھے اور کسی صحابی نے بھی ان کی اس بات پر مخالفت نہیں کی۔ پھر تابعین میں سے سعید بن مسیب، عطاء، زہری، ایاس بن معاویہ، قتادہ اور کعب بن سوار بھی اسی کے قائل تھے۔ پھر تبع تابعین میں سے لیث بن سعد، امام مالکؒ اور ان کے اصحاب اس کے قائل رہے اور ان کے بعد امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب اور اسحاق، ابو ثور اور تمام اہل ظاہر اس کے قائل تھے۔ بالاختصار جمہور (علمائے) امت کا یہی قول ہے۔

(۲) فوجداری جرائم میں قیافہ الاثر کی شرعی حیثیت

قیافہ شناسی کی دوسری قسم قیافہ الاثر ہے اور اس کی تعریف میں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں جائے حادثہ پر پاؤں وغیرہ کے نشانات اور دیگر آثار و قرائن کی مدد سے مطلوب و مقصود تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ اس لئے اسے قیافہ الاثر کہا جاتا ہے۔

کسی معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے آثار و قرائن کی اہمیت مسلمہ ہے لیکن یاد رہے کہ محض آثار و قرائن کی بنیاد پر ہر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ قرائن، آثار، علامات، امارات و نشانات وغیرہ مجرم یا امر واقعہ کی معرفت و شناخت میں معاون ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں حادثات و واقعات میں بنیادی طور پر ’معاون‘ ہی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی قرینہ قطعی و یقینی ہو یا آثار و قرائن کے بعد مجرم خود اعتراف جرم کر لے تو پھر ان آثار و قرائن کی بنیاد پر اسی طرح شرعی فیصلے کئے جائیں گے جس طرح ”یعنی گواہوں“ کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں۔

شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ماہر اور ذہین و فطین کھوجیوں، قیافہ دانوں، عمر رسیدہ تجربہ کاروں حتیٰ کہ کھوجی کتوں اور دیگر جدید آلات سے مختلف حوادث میں استفادہ کیا جائے۔ درج ذیل دلائل و امثلہ سے اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

پہلی دلیل

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ان کے بھائی انہیں کنوئیں میں پھینک آئے اور ان کی خون آلود قمیص لا کر اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ ”قالوا یا اباانا انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکله الذئب وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین وجاؤا علی قمیصہ بدم کذب قال بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون“^(۴۱) (اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف کو ہم نے سامان کے پاس چھوڑ دیا اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے گو ہم بالکل سچے ہی ہیں۔ اور وہ یوسفؑ کے قمیص کو جھوٹ موٹ کے خون سے رنگ لائے تھے۔ باپ نے کہا یوں نہیں ہوا بلکہ تم نے اپنے جی سے بات بنا لی ہے۔ لہذا صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے)۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے اس خون آلود قمیص کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ اس میں کوئی چیر پھاڑ کے نشان نہیں بلکہ سارا گرتا صحیح سالم ہے۔ حالانکہ یہ ایک بدیہی امر تھا کہ اگر بھیڑیے نے یوسفؑ کو کھایا ہوتا تو قمیص بھی پھٹی ہوتی جبکہ قمیص کا سالم ہونا اس بات کا ثبوت بن گیا کہ یوسفؑ کو بھیڑیے نے نہیں کھایا بلکہ اس کے بھائی جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا اسی علامت کی بنیاد پر حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو^(۴۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ آثار و قرائن کی مدد سے حقائق کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ امام قرطبیؒ رقمطراز ہیں کہ ”فقہاء نے ’قسامہ‘ وغیرہ جیسے فقہی مسائل میں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علامات و امارات کو معتبر قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے قمیص کے صحیح سالم ہونے کی بنیاد پر اپنے دوسرے بیٹوں کے جھوٹا ہونے پر استدلال کیا“^(۴۳)۔

اسی طرح جب یوسفؑ پر عزیز مصر کی بیوی نے بدکاری کی تہمت لگائی تو آثار کی بنیاد پر یوسفؑ کا صدق ثابت کیا گیا^(۴۴)۔

دوسری دلیل

صحیح بخاری میں انسؓ سے مروی ہے کہ عکل اور عرینہ (قبائل) کے کچھ لوگ نبیؐ کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے، پھر انہوں نے کہا اے اللہ کے نبیؐ! ہم لوگ مویشی رکھتے تھے، کھیت وغیرہ ہمارے پاس نہیں تھے (اس لئے ہم صرف دودھ پر گزارا کیا کرتے تھے) اور انہیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو آنحضرت ﷺ نے کچھ اُونٹ اور ایک چرواہا ان کے ساتھ کر دیا اور فرمایا کہ اُونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو (تو تم صحت یاب ہو جاؤ گے)۔ وہ لوگ (چراگاہ کی طرف) نکلے حتیٰ کہ جب مقام حرہ کے قریب پہنچے تو اسلام سے پھر گئے اور نبی اکرم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اُونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو دوڑایا (اور بالآخر یہ پکڑے گئے)۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں (کیونکہ انہوں نے بھی چرواہے کو اسی طرح قتل کیا تھا) اور انہیں حرہ کے کنارے پھینک دیا گیا حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر گئے (۴۵)۔

مذکورہ روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپؐ نے ان مجرموں کو پکڑنے کے لئے کچھ لوگوں کو روانہ کیا جبکہ دیگر روایات میں ہے کہ ”وعنده شباب من الانصار قریب من عشرين فارسلهم اليهم وبعث معهم قائفًا يقتص الرهم“ (۴۶) (جب آپؐ کے پاس چرواہے کے قتل کی خبر پہنچی تو اس وقت) آپ کے پاس تقریباً بیس (۲۰) انصاری نوجوان تھے۔ آپؐ نے انہیں ان (مجرموں) کے تعاقب میں روانہ کیا اور ان کے ساتھ ایک قیافہ شناس بھی روانہ کیا جو ان (مجرموں) کے قدموں کے نشان تلاش کرتا تھا۔ سنن ابو داؤد میں ہے کہ ”فبعث رسول الله في طلبهم قافه فاتي بهم“ (۴۷) (اللہ کے رسولؐ نے ان مجرموں کے تعاقب میں چند قیافہ شناس بھی روانہ کیے اور بالآخر ان مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا)۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کی سراغ رسانی کے لئے قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا مشروع ہے۔

حافظ ابن قیمؒ اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ ”فدل على اعتبار القافة والاعتماد عليها في الجملة فاستدل باثر الاقدام على المطلوبين“ حاصل کلام یہ ہے کہ اس واقعہ سے قیافہ دانوں کے معتبر و حجت ہونے اور ان پر اعتماد کرنے کی دلیل حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قدموں کے نشانات سے مطلوبہ افراد پر استدلال کیا گیا ہے (۴۸)۔

دیوانی مقدمات میں قیافہ الاثر کی شرعی حیثیت

جس طرح فوجداری جرائم میں قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا جائز و مشروع ہے اسی طرح دیوانی مقدمات میں بھی ان کی مدد سے فیصلہ کرنا مشروع ہے، اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ جس طرح کسی گمشدہ چیز پر دو آدمی مدعی ہوں تو اس چیز کے صحیح اوصاف بتانے والے کے حق میں ہم فیصلہ دیں گے اور یہ قیافہ سے ملتی جلتی صورت ہے۔ اسی طرح اگر دو آدمی کسی پودے یا کھجور کے بارے میں جھگڑا کریں جبکہ وہ ان دونوں کے ہاتھ (قبضہ) میں ہو تو اس جھگڑے کا فیصلہ اہل خبرہ (یعنی کھوجی یا قیافہ شناس یا صاحب فہم و فراست) لوگ کریں گے۔ اسی طرح جیسے نسب کے جھگڑے میں قیافہ شناسوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ویسے ہی دیگر مقدمات و معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ اسی وقت ہوگا جب مدعی برابر درجہ کے ہوں (۴۹)۔

اس سلسلہ میں جن شرعی دلائل کو پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں، میں صف میں کھڑا تھا کہ میرے دائیں اور بائیں قبیلہ انصار کے دو نو عمر لڑکے کھڑے تھے۔ میں نے آرزو کی کہ کاش! میں ان سے زبردست (اور زیادہ) عمر والوں کے درمیان ہوتا۔ ایک لڑکے نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا: چچا جان! آپ لوگ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! لیکن بیٹا! تم لوگوں کو اس سے کیا سروکار؟ لڑکے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسولؐ کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھے مل جائے تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی ایک جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مر نہ جائے۔ (عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ) مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے لڑکے نے مجھے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابو جہل دکھائی دیا جو لوگوں (کفار کے لشکر) میں گھومتا پھر رہا تھا، میں نے ان لڑکوں سے کہا جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے وہ سامنے نظر آ رہا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سونتیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کو خبر دی گئی۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے ہلاک کیا؟ دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے

اسے مارا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ پھر آپؐ نے دونوں کو تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ پھر آپؐ نے اس مقتول کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دے دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے (۵۰)۔

یہ ایک شرعی اصول ہے کہ مقتول کافر کا مال غنیمت اسے دیا جاتا ہے جس نے اسے قتل کیا ہو۔ اس لحاظ سے ابو جہل کا مال غنیمت ان دونوں نوجوانوں میں سے کسی ایک یا پھر دونوں کا حق قرار پاتا تھا۔ اب اس فیصلے کے لئے نبی کریمؐ نے آثار و علامات کو بنیاد بناتے ہوئے ان دونوں کی تلواروں کا جائزہ لیا اور آپؐ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان دونوں ہی نے ابو جہل کو قتل کیا ہے اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ ”کلا کما قتله“ یعنی تم دونوں نے اس بد بخت کو قتل کیا ہے (۵۱)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت معوذ و معاذؓ دونوں کی تلواروں پر لگے خون کے آثار سے آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں نے اسے برابر قتل کیا ہے تو پھر مال غنیمت صرف ایک کو کیوں دیا بلکہ دونوں میں برابر تقسیم کرنا چاہئے تھا؟۔

شارحین نے اس سوال کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ معاذ بن عمروؓ نے چونکہ ابو جہل کو قتل کرنے میں زیادہ کام دکھایا تھا اس لئے اسے ہی آپؐ نے مال غنیمت عنایت فرمایا جبکہ اس سے زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ مال غنیمت میں واقعی معوذ و معاذؓ کا حصہ بنتا تھا مگر آپؐ نے صرف حضرت معاذؓ ہی کو مال غنیمت اس لئے دیا تھا کہ ”حضرت معوذؓ اس معرکے میں شہید ہو گئے تھے (۵۲)۔“

دوسری دلیل

ابراہیم بن فرزوق بصری بیان کرتے ہیں کہ ”دو آدمی حضرت ایاس بن معاویہ کے پاس آئے اور ان دونوں کا دو چادروں کے بارے میں جھگڑا تھا جن میں سے ایک چادر سرخ اور دوسری سبز تھی۔ ایک نے کہا کہ میں غسل کے لئے حوض میں داخل ہوا تو میں نے اپنی چادر (ایک طرف) رکھ دی۔ پھر یہ شخص آیا اور اس نے اپنی چادر میری چادر کے نیچے رکھ دی اور غسل کرنے لگا۔ پھر یہ مجھ سے پہلے فارغ ہو کر نکلا اور میری چادر اٹھا کر چلتا بنا جبکہ میں نے حوض سے نکل کر اس کا تعاقب کیا تو یہ کہنے لگا کہ یہ چادر میری ہے۔ ایاس نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟ اس نے کہا: نہیں! تو ایاس نے کہا کہ ایک کنگھی لاؤ۔ کنگھی لائی گئی اور یکے بعد دیگرے دونوں کے سروں پر کنگھی کی گئی تو ایک کے سر سے سرخ اور دوسرے کے سر سے سبز اون نکلی تو حضرت ایاس نے اس

شخص کو سرخ چادر دی جس کے سر سے سرخ اُون نکل تھی جبکہ دوسرے کو سبز چادر دی جس کے سر سے سبز اُون نکل تھی (۵۳)۔

مصادر و مراجع

- ۱۔ الجرجانی، علی بن محمد بن علی الفد الحسن الجرجانی الھمی: التعریفات، ص ۶۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۲۔ الزرقاء، مصطفیٰ بن احمد الزرقاء: المدخل النقی العام، ج ۲، ص ۹۱۸، دارالفکر
- ۳۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر الزری الدمشقی: الطرق الحکمیہ، ص ۱۱۳، ۱۱۵، دارالفکر، بیروت
- ۴۔ القرآن لصالح بن غانم ص ۷، دار بلنسیہ مکہ، ریاض
- ۵۔ دائرة المعارف اردو، ج ۱۶ ص ۵۱۸، پنجاب یونیورسٹی، نیز ملاحظہ ہو لسان العرب ج ۹ ص ۲۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، النہایہ وغیرہ۔
- ۶۔ فیروز الدین الحجاج مولوی، فیروز اللغات، اردو، ص ۵۱۹
- ۷۔ بطاش کبریٰ زادہ، احمد بن مصطفیٰ، مفتاح السعادة، ج ۱ ص ۳۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۱۸۱، منشورات مکہ المکتبی بغداد
- ۸۔ القنوجی، صدیق بن حسن علامہ، ایجد العلوم ص ۴۳۶، ج ۲، مکتبہ قدوسیہ، لاہور
- ۹۔ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ ابن عبداللہ القسطنطینی الرومی الھمی: کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۳۶۷
- ۱۰۔ مفتاح السعادة ج ۱ ص ۳۲۹
- ۱۱۔ ایضاً
- ۱۲۔ ایجد العلوم ج ۲ ص ۳۸۵
- ۱۳۔ لسان العرب ج ۹ ص ۲۶۱
- ۱۴۔ ابو داؤد امام، ابو داؤد سلیمان بن اھعث: الازدی الجستانی: ابو داؤد، کتاب الطب: باب فی الخط وزجر الطیر رقم (۳۹۰۵)
- ۱۵۔ النھایہ: ج ۴، ص ۱۳۱، مکتبہ الاسلامیہ
- ۱۶۔ التعریفات للجرجانی ص ۱۷۱
- ۱۷۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی حجر: فتح الباری ابن حجر ج ۱۲ ص ۵۷، دارالنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور
- ۱۸۔ ابن رشد، محمد بن احمد بن رشد القرطبی: بدایہ الجھد ج ۲ ص ۲۴۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکتبہ المکرمہ، نیز دیکھیے المیسوط للرنحسی ج ۷، ص ۷۰، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۴۶

- ۱۹۔ ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ الحسینی: المغنی لابن قدامہ، ج ۸، ص ۶۷۲ تا ۶۷۴ دار عالم الکتب مکہ، نیز دیکھیے الفروق للقرافی ج ۴ ص ۹۹ دار المعرفۃ بیروت، الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ۴۱۹، القنادی الکبریٰ لابن تیمیہ ج ۴ ص ۵۸۷، فتح الباری، ج ۱۲ ص ۵۷، نیل الاوطار ج ۴، ص ۳۸۲، سبل السلام ج ۴، ص ۱۳۷۔
- ۲۰۔ بخاری، امام، محمد بن اسماعیل البخاری: کتاب الفرائض: باب القائف رقم (۶۷۷۱) نیز مسلم (۱۳۵۹)، ابو داؤد (۲۲۹۷)، ترمذی (۱۲۱۹)، ابن ماجہ (۲۳۳۹)، احمد ج ۶، ص ۲۲۶۔
- ۲۱۔ بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی: باب مناقب زید بن حارثہ رقم (۳۷۳۱)
- ۲۲۔ فتح الباری، ج ۱۲، ص ۵۷
- ۲۳۔ ایضاً
- ۲۴۔ معالم السنن ج ۳، ص ۲۴۵ مطبع انصار السنۃ الحمدیہ
- ۲۵۔ مفتاح السعاده، ج ۱، ص ۳۳۰
- ۲۶۔ بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله ویدرأ عنها العذاب --- رقم (۴۷۴۷)
- ۲۷۔ ابو داؤد: کتاب الطلاق: باب فی اللعان (۲۲۵۶) مسند احمد، ج ۱ ص ۲۳۸
- ۲۸۔ المغنی لابن قدامہ ج ۸، ص ۳۷۳ دار عالم الکتب مکہ المکرمۃ
- ۲۹۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد الشوکانی: نیل الاوطار ج ۴ ص ۳۷۲ تا ۳۷۳، دار الحدیث قاہرہ
- ۳۰۔ السرخی، شمس الدین: المبسوط للسرخی، ج ۱، ص ۷۰
- ۳۱۔ احمد بن حنبل، امام: مسند احمد، ج ۳، ص ۱۴۲
- ۳۲۔ المغنی لابن قدامہ ج ۸، ص ۳۷۱ تا ۳۷۴، نیل الاوطار ج ۴، ص ۳۸۲
- ۳۳۔ بخاری، کتاب المبیوع: باب تفسیر المشبهات رقم (۲۰۵۳)
- ۳۴۔ بخاری: ترجمہ و تشریح از داؤد راز دہلوی، ج ۳، ص ۲۷۴، مکتبہ قدوسیہ لاہور
- ۳۵۔ المغنی لابن قدامہ ج ۸، ص ۳۷۳
- ۳۶۔ فتح الباری، ج ۱۲، ص ۵۷
- ۳۷۔ الطرق الحکمیہ، ص ۲۵۴
- ۳۸۔ ایضاً، نیز دیکھیے، الموطا: کتاب الاقصیہ: باب تعاضاً بالحاق الولد بابیہ، رقم ۲۲ تا ۲۵
- ۳۹۔ المغنی لابن قدامہ ج ۸ ص ۳۷۲
- ۴۰۔ الطرق الحکمیہ ص ۲۵۲
- ۴۱۔ سورۃ یوسف ۱۷-۱۸

- ٢٢- قرطبي، محمد بن احمد الانصاري القرطبي: تفسير قرطبي، ج ٩ ص ١٥٠ مكتبة الغزالي دمشق
- ٢٣- احكام القرآن لابن العربي ج ٣ ص ١٠٦٥، مطبعة عيسى البابي الحلبي، مصر
- ٢٤- سورة يوسف آيات ٢٥ تا ٢٨
- ٢٥- بخاري: كتاب المغازي: باب قصة عكل وعريضة (٢١٩٢) مسلم كتاب القسامة والمجاربين (١٦٤١) نسائي (٢٠٣٦)
- ٢٦- مسلم، امام، مسلم بن الحجاج القشيري: مسلم: ايضا
- ٢٧- ابو داود، كتاب الحدود: باب ما جاء في المجاربة (٢٣٦٦)
- ٢٨- الطرق الحكمية ص ٢٥٣
- ٢٩- ابن تيمية، تقي الدين احمد بن عبدالحليم الشهير بابن تيمية: الفتاوى الكبرى، ج ٥، ص ٥٠٢، دار الكتب العلمية، بيروت
- ٥٠- بخاري: كتاب فرض الخمس: باب من لم يخمس الاسلاب (٣١٢١) نیز مسلم (١٤٥١) ابو داود (٢٤٤٤) ترمذی
- (١٥٦٢)-
- ٥١- فتح الباري ج ٦ ص ٢٢٨
- ٥٢- ايضا، ج ٤، ص ٢٩٦
- ٥٣- الطرق الحكمية، ص ٣٨